Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

Received: 15th Aug, 2024 | Accepted: 1Oth Dec, 2024 | Available Online: 31st Dec, 2024
Digital Object Identifier: 10.52015/daryaft.v16i02.400

مکاتیبِ علامہ محمد اقبال بنام غلام عباس آرام: متن، حواشی اور اہم مباحث کا جائزہ

Letters of Allama Muhammad Iqbal to Ghulam Abbas Aram: Review of Text, Footnotes and Key Discussions

DR. TARIQ MAHMOOD[1] AND DR. ALI BAYAT[2]

[1] Associate Professor, Department of Urdu, GC University, Faisalabad, Pakistan

[2] Associate Professor, Department of Urdu Language and Literature, University of Tehran, Iran

Corresponding Author: Dr.Tariq Mahmood (drtariqhashmi@gcuf.edu.pk)

Abstract: One of Iqbal's correspondents was Ghulam Abbas Aram who was serving in Bombay at that time. He was born in 1903 in Yazd. His father, Ali-Reza, a tea seller, was a preacher of the Baha'i sect. It is clear from Ghulam Abbas Aram's Makatib-e-Iqbal that he was a scholar who had a special interest in poetry, literature, Sufism and philosophy. The available letters of Allama Iqbal to Ghulam Abbas Aram are in English, four in number and their duration is very limited. No information is available about how the introduction between Iqbal and Aram came about. Ghulam Abbas Aram neither wrote any article nor any other writing about Allama Iqbal's thoughts and correspondence with him. In this way, there is no other sign except these letters in his remaining documents. However, Ghulam Abbas Aram made sure that he kept them safe in his personal documents. Later, a distinguished Iranian translator and researcher, Dr. Hussain Ali Nozri, translated these English letters into Persian and they appeared in the first issue of the former magazine of this institute, "*Tarikh Maasari Iran*" in 1997.

These letters are very helpful in understanding Iqbal's intellectual connection and preoccupation with Iran.

Keywords: Ghulam Abbas Aram, Iqbal, Letters, Iran, Zoroastrianism, Tagore

اقبال کے فکری نظام کی تفہیم کے لیے جہاں ان کی شعری اور نثری تصانیف معاون ہیں، وہاں ان کے مکاتیب کو بھی اہم دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ اقبال کی مکتوب الیہ شخصیات متنوع جہتوں کی حامل ہیں جن میں تخلیق کار، صاحبانِ علم، اربابِ سیاست اور اہلِ مذہب و تصوف شامل ہیں۔ آپ کے مکاتیب کی اشاعتیں مختلف اداروں سے منظرِ عام پر آچکی ہیں اور مرتبین نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ آپ کے خطوط کے ایک جامع مجموعے کی تالیف ہو سکے۔ مرتبین اپنی کاوشوں میں بہت حد تک کامیاب ہوئے ہیں لیکن تحقیق کا دروازہ تاحال کھلا ہے اور نہ صرف اقبال کے خطوط بلکہ بعض دیگر نایاب تحریروں کو منظر عام پر لانے کے لیے اہلِ تحقیق کوشاں ہیں۔

اقبال کی مکتوب الیہ شخصیات میں تاحال ایک ایرانی کا سراغ ملا تھا۔ خط کتابت کے سلسلے میں یہ بات ضرور مشہور ہے کہ انھوں نے سعید

This work *is licensed under a* [Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)]

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

نفیسی کو فارسی زبان میں دو خط ۲۶ اگست ۱۹۳۲ء اور ۴ نومبر ۱۹۳۲ کو لکھے ہیں لیکن یہ حقیقت اب تک مخفی رہی کہ اقبال کے ایک مکتوب الیہ غلام عباس آرام بھی تھے جو اس وقت بمبئی میں اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ اقبال اور آرام کے مابین تعارف کیسے ہوا، اس کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔

غلام عباس آرام کی پیدائش ۱۹۰۳ء میں یزد میں ہوئی۔ ان کے والد علی رضا چائے فروش، بہائی فرقے کے مبلّغ تھے۔ غلام عباس نے ابتدائی تعلیم یزد میں حاصل کی ۔ مزید تعلیم کے لیے انگریزی مِشنریوں کے ایک اسکول میں داخل ہوئے اور تعلیم کی غرض سے اصفہان میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے، ہندوستان کا سفر کیا۔ بمبئی میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد، کلکتہ گئے اور وہاں کے ایک ایرانی الاصل اصفہانی تاجر کی دکان میں سیکریٹری مقرر ہوئے۔ اس دوران وہ ہندوستان سے شائع ہونے والے دو ایرانی (فارسی) اخبار یعنی "حبل المتین" اور "موئید الاسلام" کے ساتھ منسلک رہے۔ ایک کالج "لامارتی" میں تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد کلکتہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔

۱۹۲۳ء میں کلکتے میں موجود ایرانی قونصلیٹ کے قونصلر معززالدولہ کے حکم سے اس دفتر میں سیکریٹری کے طور پر فرائض انجام دینے کا موقع ملا۔ اس کے بعد جب یہ قونصلیت دہلی منتقل ہوا، تو عباس آرام بھی، بطور مترجم دہلی آ گئے۔ ۱۹۳۵ء میں ۱۲ سال ہندوستان اور دیگر ممالک میں قیام کے بعد، وزارت خارجہ کے حکم سے تہران لوٹ آئے اور ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے، امور خارجہ کے وزیر اور کئی ممالک میں سفیر کے طور پر اپنی خدمات سر انجام دیں۔ سیاست میں داخل ہونے کے بعد، تمام عمر پہلوی خاندان کی خدمت میں صرف کر دی اور بالآخر ۱۹۸۴ء میں عالمِ تنہائی میں ان کا انتقال ہوا۔ غلام عباس آرام کے نام علامہ اقبال کے دستیاب خطوط انگریزی میں رقم کیے گئے ہیں جو تعداد کے اعتبار سے چار ہیں اور ان کا دورانیہ نہایت محدود ہے۔ ان مکاتیب کی تفصیل یوں ہے:

پہلا خط: ۲۰ جون ۱۹۳۲ء

دوسرا خط: ۲۷ جون ۱۹۳۲ء

تیسرا خط: ۶ جولائی ۱۹۳۲ء

چوتھا خط: ۱۳ جولائی ۱۹۳۲ء

علامہ اقبال کے خیالات اور آپ سے خط کتابت کے بارے میں غلام عباس آرام نے نہ تو کوئی مضمون لکھا اور نہ کوئی اور تحریر۔ اس طرح ان کی باقی ماندہ دستاویزات میں بھی ان خطوط کے سوا کوئی دوسرا نشان نہیں ملتا ہے۔ البتہ غلام عباس آرام نے یہ ضرور کیا کہ اپنی ذاتی دستاویزات میں ان کو محفوظ رکھا۔ غلام عباس آرام کی مذکورہ ذاتی دستاویزات، ایران کے ایک ادارہ "مطالعات تاریخ معاصر" میں موجود ہیں۔ بعد ازاں ایک فاضل ایرانی مترجم اور محقق ڈاکٹر حسین علی نوذری نے ان انگریزی خطوط کا فارسی ترجمہ کیا اور یہ ۱۹۹۷ء میں ادارہ "مطالعات تاریخ معاصر" کے سابق مجلہ "تاریخ معاصر ایران" کے پہلے شمارے میں منظرِ عام پر آئے۔ مذکورہ مکاتیب میں شامل تاریخی اور علمی مباحث سے قبل ذیل میں ان خطوط کا متن ملاحظہ ہو:

مکاتیبِ علامہ محمد اقبال بنام غلام عباس آرام کا متن

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

پہلا خط

۲۰ جون ۱۹۳۲ء

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ایم اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لا، لاہور

میرے پیارے جنابِ آرام!

میں نے اپنے سیکریٹری سے کہا ہے کہ وہ میری چند کتب آپ کی خدمت میں ارسال کر دے اور مجھے امید ہے کہ آپ انھیں میری طرف سے بطور تحفہ قبول کریں گے۔

" Six Lectures "[1] ایک بہت ہی تکنیکی کتاب ہے اور (اپنی تفہیم کے لیے) تقاضا کرتی ہے کہ جدید سائنس اور فلسفہ کے کچھ جدید ترین تصورات سے عمدہ آگاہی ہو لیکن چونکہ آپ تصوف اور مذہبی فلسفے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ آپ کو زیادہ اکتاہٹ نہیں ہو گی۔ دیگر کتب جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں، خطبات کے مقاصد کی تفہیم میں کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

تصوف کے بارے میں اگر آپ عربی میں ابو طالب مکی[2] کی کتاب "قوت القلوب" کو پڑھ چکے ہیں تو، یہ تصوف کے بارے میں سب سے قدیم اور سبق آموز کام ہے۔ اس کے بعد کی تصنیف "کشف المحجوب"[3] سید علی ہجویری کی ہے، جو لاہور کے ایک عظیم صوفی اور اصلاً غزنی کے ہیں۔ اس کتاب کا انگریزی میں مختصر ترجمہ کیمبرج سے ڈاکٹر نکلسن نے شائع کیا تھا[4]۔ میرے خیال میں یہ کتاب لوزاک [Luzac][5] سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ عراقی[6] کی "لمعات" کو محی الدین العربی[7] کی "فتوحاتِ مکیہ" کے مطالعے کے بغیر مکمل طور پر سمجھا نہیں جا سکتا۔ شاعری میں محمود شبستری[8] کی کتاب "گلشنِ راز" موجود ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی دستیاب ہے۔ زبورِ عجم میں جو میں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، آپ کو "گلشن راز جدید" کے نام سے ایک نظم مل جائے گی جو محمود کی نظم کے جواب میں لکھی گئی تھی اور سب سے بڑھ کر رومی کی مثنوی ہے، جسے میں ذاتی طور پر کسی بھی دوسری کتاب پر ترجیح دیتا ہوں۔ ڈاکٹر نکلسن نے پوری کتاب کا مکمل انگریزی ترجمہ اپنے اصل فارسی متن کے ساتھ شائع کیا، جس کی انہوں نے مصر میں دریافت ہونے والے مخطوطے سے تقابل کرنے کے بعد احتیاط اور بہت توجہ سے تدوین کی تھی۔ یہ مخطوطہ رومی کی وفات کے ۵۰ سال بعد لکھا گیا تھا اور یہ شاید باقی بچ جانے والا قدیم ترین نسخہ ہے۔ دریا باد، ضلع بارہ بنکی (متحدہ صوبے، ہندوستان) سے گریجوئیٹ جناب عبد الماجد[9] نے رومی کی کتاب "فیہ مافیہ"[10] کی تدوین کر کے شائع کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ انھیں لکھیں تو وہ آپ کو ایک کاپی بھیجیں گے۔ ہندوستان میں اب بھی مثنوی رومی کے بہت سارے قارئین ہیں اور یہ ہندوستان میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔

دیوانِ شمس تبریز کے عنوان سے رومی کی بعض تخلیقات کا بھی نکلسن نے انگریزی میں ترجمہ[11] کیا ہے۔ مذکورہ بالا تقریباً تمام کتابیں لوزاک ارسال کر دے گا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

دوسرا خط

۲۷ جون ۱۹۳۲ء

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ایم اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لا، لاہور

محترم جنابِ آرام

آپ کے خط کا بہت شکریہ جو مجھے چند لمحے قبل موصول ہوا۔ ہاں، میں نے حافظ کے بارے میں میر ولی اللہ کی کتاب (1) کے کچھ حصے پڑھے ہیں۔ وہ فارسی زبان کے ایک اچھے محقق ہیں اور بہ طور شارح عمدہ کام کیا ہے، لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں شاعری کی شرح پر زیادہ یقین نہیں رکھتا ہوں۔ کئی برس پہلے کسی نے حافظ کے دیوان کا پنجابی میں ترجمہ (2) کیا تھا۔ مجھے یہ ترجمہ ہندوستان میں رقم کی گئی کلامِ حافظ کی کسی بھی شرح سے زیادہ پسند آیا۔ تاہم، ولی اللہ کی تشریح مجموعی طور پر اچھی ہے۔ جہاں تک "Voice from the East" (3) اور میری نگارشات پر دیگر کتابوں کا تعلق ہے، میں کوشش کروں گا کہ اگر ان کتابوں کے نسخے یہاں دستیاب ہوں تو آپ کو بھیج دوں۔ طویل عرصہ پہلے ایک اردو کتاب (4) لکھی گئی تھی، اور جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ محض میری اردو تخلیقات کے تجزیے پر مشتمل ہے۔ ایک مقامی ماہنامہ (5) کا "خصوصی شمارہ اقبال" اکتوبر میں منظرِ عام پر آئے گا۔ یہ ۴۰۰ صفحات کو محیط، صرف میری نگارشات کے لیے مخصوص ہو گا۔ اس کی اشاعت کے بعد ایک کاپی آپ کو ارسال کی جائے گی۔

میں نے "زمیندار" کا نوٹ دیکھا ہے اور میں آپ سے متفق ہوں۔ کسی فریق پر بھی الزام نہیں عائد کیا جانا چاہیے۔ ہندوستانی مسلمان ۱۸۵۷ء سے عملی طور پر جیل میں ہیں۔ حالات اب تیزی سے بدل رہے ہیں۔ تجارتی راستوں سے اب وسطی اور مغربی ایشیا کو بے حد معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی فوائد حاصل ہوں گے۔ لیکن اس وقت جو پروپیگنڈا چل رہا ہے، بالخصوص ہندوستانی پریس میں، وہ ایران کے خلاف ہے۔ اس پروپیگنڈے کو ٹیگور کے ایران کے دورے (6) کا مقصد ہندوؤں اور ایرانیوں کے مابین آریائی تعلقات کو بڑھانا اور مستحکم کرنا تھا (یہ حقیقت میں ہندوستانی پریس کی ٹیگور کے دورہ ایران کی تشریح ہے)، اس پروپیگنڈے کے ساتھ نتھی کیا گیا کہ ایران زرتشتی مذہب قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔ نام نہاد ایرانی قوم پرستوں کی تحریروں میں اسلام مخالف اشارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سب مل کر کام کرتے ہیں اور ایران کو بے حساب سیاسی نقصان پہنچاتے ہیں اور ممکن ہے کہ مستقبل میں اس کے برے نتائج سامنے آئیں۔ ایشیا کا مستقبل وسطی ایشیا اور مغربی ایشیا کے ممالک کے اتحاد پر منحصر ہے، چاہے وہ مسلمان ہیں یا نہیں۔ اسلام کا عروج ہی ایشیا اور یورپ کے درمیان ایک حصار تھا۔ ناوارون کی جنگ (7) میں ترک بحری بیڑے کی تباہی اور ۱۷۹۹ء میں ٹیپو کی موت کے بعد اس قلعہ میں شکستگی کے آثار ظاہر ہوئے جس کے نتیجے میں ایشیا پر مغرب کا تسلط قائم ہوا۔ ہندو پریس یہ شرارت جعل سازی کے اس مقصد سے کر رہا ہے جسے اس نے یورپ سے پان اسلام ازم کا نام دینے کا سبق سیکھا ہے، ایک ایسا منصوبہ ہے جس کا وجود کہیں نہیں تھا سوائے مغرب کے متخیلہ کے۔ جس نے یہ اصطلاح ایجاد کی تاکہ یورپ کو اسلام سے خطرہ لاحق ہونے کا مضحکہ خیز نظریہ تشکیل دے سکے اور اسلامی ممالک کے خلاف اپنے جارحانہ عزائم کے جواز کے لیے استعمال کر سکے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ ہندوستان اور دیگر ممالک کے

مسلمانوں کی نوجوان نسل اپنی تاریخ کو یورپی اہلِ قلم سے اخذ کرتی ہے جن کی تحریریں سوائے سیاسی پروپیگنڈے کے کچھ نہیں ہوتیں۔ بعض اوقات یہ تحریریں عظیم علمی استفادہ اور بہ ظاہر بے ضرر ہوتی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایشیا کی اقوام، خصوصاً ایشیا کے مسلمان، ایشیا کی پوری تاریخ کا بغور مطالعہ کریں۔ یہی واحد طریقہ ہے جس سے وہ ان تاریخی اور معاشی قوتوں کے کردار کا صحیح اندازہ لگا سکیں گے جو فی زمانہ ایشیائی ممالک کے ارتقا کے لیے کام کر رہی ہیں۔

ٹیگور نے ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ ایک اور ناانصافی کی ہے۔ اس نے میسوپوٹیمیا[8] کے مسلمانوں سے کہا کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ تعاون کرنے پر راضی کریں۔ ہندوستانی سیاست پر گہری نظر رکھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں "مکمل آزادی" کسی بھی طور ہندوؤں کی خواہش ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس کا واحد مقصد ہندوستان کی اقلیتوں پر تسلط قائم کرنا اور اپنی حمایت کے لیے انگریز حکمرانوں کی موجودگی کو برقرار رکھنا ہے۔ یہ ہے اس کی آزادی کا مفہوم اور اس آزادی کا سیدھا سا مطلب ہندوستان کی اقلیتوں کے لیے آقاؤں کی تبدیلی ہے۔

آپ کی صحت کی امید کے ساتھ

آپ کا مخلص

محمد اقبال

تیسرا خط

۶ جولائی ۱۹۳۲ء

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ایم اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لا، لاہور

میرے پیارے جنابِ آرام!

آپ کے خط کا شکریہ جو میں نے آج پڑھا۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میرے پاس ان اشاعتوں کے تراشے نہیں ہیں جن کا ذکر میں نے اپنے آخری خط میں کیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ بمبئی کے ایک پارسی صحافی جنابِ نریمان[1] کو جانتے ہوں گے، وہ ایران میں زرتشت پسندی کے احیا کے پارسی پروپیگنڈے کی مخالفت کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ اگر مجھے ان سے مزید اخباری تراشے مل گئے تو میں بہ صد خوشی آپ کو بھیجوں گا۔ بعض اوقات ایرانی مسلمان ہندوستانی شہروں میں بھی یہی پروپیگنڈا کرتے ہیں، مثال کے طور پر کراچی میں، جہاں پارسیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ گذشتہ برس کراچی میں ایک ایسے ہی شریف آدمی پایا گیا۔

میرے خیال میں یہ "بمبے کرانیکل"[2] تھا جس نے ٹیگور کے دورے سے متعلق ایک مضمون لکھا تھا اور اس دورے کے اس اصل ہدف کو فاش کیا تھا، جو ہندومت اور ایران کے مابین آریائی تعلقات کو استوار کرنا تھا۔ "آریائی تعلقات کی استواری" ایک بے ضرر

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تاثر ہے، لیکن ہم ہندوستانی مسلمان ان معاملات اور ان کے مضمرات کو غیر ملکیوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ، جرمنی میں ایرانی پناہ گزین بھی کچھ اسی طرح کی سرگرمیوں میں مصروف رہے ہیں۔ میں ان کی موجودہ سرگرمیوں کے بارے میں نہیں جانتا ہوں لیکن ان کی گذشتہ سرگرمیاں، جن کے نتائج ہندوستان میں شائع شدہ تحریروں کی شکل میں ملتے ہیں، اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں۔

چند روز پہلے، جب میں پنجاب یونیورسٹی کے لیے فارسی زبان وادب کے ایم اے کا امتحانی پرچہ تیار کر رہا تھا[3] تو میرے معاون ممتحن نے مجھے "ایرانشہر"[4] یا "کسریٰ"[5] سے ایک فارسی مضمون فراہم کیا۔ اس کے مصنف کوئی ایرانی تھے جن کا خیال تھا کہ ایرانیوں کو زبردستی اسلام کی طرف راغب کیا گیا تھا۔ میرے معاون ممتحن کا خیال تھا کہ مضمون کو ہمارے گریجویٹ طلباء کو انگریزی میں ترجمہ کے لیے دیا جائے لیکن میں نے اسے مسترد کر دیا اور کسی دوسرے متن کا انتخاب کیا۔ ایسے ایرانی حضرات یا تو اپنے ملک کی تاریخ سے بالکل ہی لاعلم ہیں یا یورپی سیاستدانوں اور پروپیگنڈا کرنے والوں کا کھلونا ہیں جن کا واحد مقصد ہے کہ مسلمان ممالک ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے احساس سے محروم ہو جائیں۔ مسلمان ممالک ایک دوسرے کو نظرانداز نہیں کر سکتے کیونکہ ابھی تک اہلِ یورپ کی جارحیت تھم نہیں پائی ہے۔ شاید انھیں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ آج ہے۔ میری رائے میں، اس طرح کے پروپیگنڈے کا محرک اس حقیقت کا ادراک ہے کہ ایشیا میں مسلم ممالک کے مابین نئے اور جدید خطوط پر استوار تعلقات ان کو باہمی طور پر زیادہ مضبوط بنا دیں گے۔ اس کا مقصد موجودہ دور میں اسلام کے عروج کے کسی بھی امکان کو روکنا ہے، جب یورپی سامراج کا خاتمہ یقینی ہو چکا ہے۔ اسلام کا عروج خاص طور پر اس لیے پریشان کُن ہے کیونکہ ایشیا میں اسلام کم از کم یورپ کے حریفوں میں سے ایک ہے اور ہندو اپنے فرقہ وارانہ مقاصد اور خواہشات کے لیے مسلم ممالک کے خلاف اس طرح کے پروپیگنڈے میں خصوصی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔

ہندوستانی پریس میں ترکی میں اصلاحات کے بارے میں یورپی خبریں بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی ہیں بلکہ اس طرح سے ہندوستانی مسلمانوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ تُرک اسلام کو بے گھر کر رہے ہیں۔ امان اللہ[6] کی حمایت افغانستان میں ان کی اصلاحات کی وجہ سے نہیں تھی، بلکہ اس لیے کہ ان کا خیال تھا کہ ان کی اصلاحات کا مقصد اسلام کو افغانستان سے بے دخل کرنا ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی پراپیگنڈا ہی امان اللہ اور انقلابِ افغان کے زوال کا سبب ثابت ہوا۔

اگر میری کبھی آپ سے ذاتی طور پر ملاقات ہوئی تو میں آپ کو ہندو پریس کے مذموم منصوبوں کے بارے میں مزید تفصیلات بتاؤں گا۔ براہِ کرم اس خط[7] کو مکمل طور پر صیغہ راز میں رکھیں البتہ آپ اسے قونصل جنرل کو دکھا سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

چوتھا خط

۱۳جولائی ۱۹۳۲ء

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بارایٹ لا،لاہور

میرے پیارے جنابِ آرام!

آپ کے خط کا شکریہ۔ میں آپ کی توجہ کے لیے کچھ مزید مواد لف کر رہا ہوں۔نریمان صاحب کا مراسلہ قطعی طور پر رازدارانہ ہے اور اسے صیغہ راز ہی میں رکھنا ضروری ہے۔ تقی زادہ[1] کو میں جانتا ہوں اور اس کا بہت مداح ہوں۔ ممکن ہے ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی طرح میرے پاس بھی درست معلومات نہ ہوں لیکن جو کچھ کہہ رہا ہوں شاید اس سے یہ نشان دہی ہو سکے کہ ایران سے متعلق مسلمانوں کا رویہ کس طرح متاثرہ ہے۔پروپیگنڈہ کے اہداف ہمیشہ ترقی کے حصول کے لیے ہوتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس کے بہت سے نقصانات بھی ہیں اور ممکن ہے کہ غیر متوقع واقعات ظہور پذیر ہوں۔ بہتر ہے کہ برائی کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

غلام عباس آرام کے نام مذکورہ چار خطوط کے علاوہ ۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء کو رقم کیا گیا ایک پانچواں خط بھی بہت اہمیت کا حامل ہے جس کے مکتوب الیہ خود علامہ محمد اقبال ہیں۔یہ خط ایک پارسی مصنف گستاسپ شا کیخسرو نریمان (۱۸۷۳ء–۱۹۳۳ء) کا ہے۔ نریمان صاحب کا شمار بھی علامہ اقبال کے احباب میں ہوتا تھا اور ان کے ساتھ خط وکتابت کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ وہ ایک صحافی اور ادیب تھے جو سنسکرت اور فارسی زبانوں کے بھی ماہر تھے۔انھوں نے ایران کی تہذیب وثقافت پر کئی تصانیف رقم کیں اور وہ ایران پر اسلامی اثرات کے بہت مداح تھے۔

آپ کی لائق ذکر تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سنسکرت بدھ مت کی ادبی تاریخ (*Literary history of Sanskrit Buddhism*)

۲۔ سرزمین فارس اور پارسی (*Persia & Parsis*)

۳۔ اہلِ ایران کا مذہب (*The Religion of the Iranian peoples*)

ذیل میں گستاسپ شا کیخسرو نریمان کے نام مکتوبِ اقبال کا متن ملاحظہ ہو:

(بہ صیغہ راز)

جی۔کے نریمان (صحافی)

میسگون، پی او، ۱۰۔ بمبئی

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

۱۱ جولائی ۱۹۳۲ء

میرے پیارے سر محمد اقبال!

آپ کا آٹھ جولائی کا خط واقعی خوش کن ہے۔

میں نے جاوید نامہ کو ایک مسلم دوست کی درخواست پر اس کے سپرد کیا تھا، جس نے مجھے درپیش پیچیدگیوں کے حل میں مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ شریف آدمی نہ تو مجھے دوبارہ ملا اور نہ ہی کتاب مجھے واپس کی، حالانکہ میں نے اسے ایک یاددہانی کا خط بھی بھیجا تھا۔ میری بڑی خواہش ہے کہ اس غنائیہ نظم یا مذہبِ زرتشت کی رُو سے اس کو جو بھی نام دیں، انگریزی زبان میں شائع کروں۔

ایران میں زرتشتی مذہب کے دوبارہ ابھرنے کے پروپیگنڈے کے بارے میں، میری خواہش ہے کہ جن مسلم دوستوں کو میں نے گزارش کی تھی، کاش انھوں نے کوئی مناسب اقدامات کیے ہوتے۔ یقیناً ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی، لیکن ہم جتنا زیادہ تاخیر کریں گے، نہ صرف زرتشتی مذہب کے عروج کو روکنے میں، بلکہ منافقت کو بھی روکنے میں کامیابی کم ہوگی، اور میرے سابقہ خطوط آپ پر یہ ثابت کر دیں گے کہ میں نے ایران کے انتہاپسند مسلمانوں اور متظاہر ایرانیوں کے مقاصد کی نشان دہی کے لیے کتنا کام کیا۔ ایرانی حکام کی نظریں پارسیوں کی دولت پر لگی ہوئی ہیں۔ خوش قسمتی یا بدقسمتی سے انھوں نے اس دولت کے میزان کے متعلق بہت مبالغہ آرائی کی ہے۔ پارسیوں کو ایران میں ہجرت کی ترغیب دلانے کے مقصد کے پیشِ نظر اُن کو یہ بتایا گیا ہے کہ ایران زرتشت مذہب کو دوبارہ اپنانے کے لیے تیار ہے اور پارسیوں کی واپسی کے ساتھ ہی مساجد آتش کدوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ ان کے علاوہ یہ افواہیں بھی ہیں کہ کچھ پارسی اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ رضا شاہ[1] نے مذہبِ زرتشت کی ظاہری علامات یعنی سُدرہ اور کُستی[2] باندھنے کا عزم کیا ہوا ہے۔ ایران کے کچھ ایجنٹس بھی یہی خبر سنانے پارسیوں کے پاس آئے تھے، جن میں سب سے زیادہ بدنام سیف آزاد[3] تھا۔ میں اس کے بارے اپنے گذشتہ خطوط میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ خود میری چھوٹی سی جماعت کی مخالفت کے پیشِ نظر مذہب کی تبدیلی کے متعلق پروپیگنڈہ وقتی طور پر اور عوامی سطح پہ عملاً ترک کر دیا گیا ہے۔ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ کسی بھی طرح ایران کے خلاف سازشوں کا حصہ نہیں تھا تاہم مجھے اس کے بارے میں شبہات ہیں اور خوش قسمتی سے، میرے پاس مسلمان ایرانیوں کو زرتشتی بنانے کے منصوبے کے بارے میں پارسی اخبارات میں شائع ہونے والے ثبوت موجود ہیں۔ اس سلسلے میں، میں آپ کو ایران کے اعلیٰ عہدیداروں سے خط وکتابت ارسال کر رہا ہوں۔ اس مسئلے پر پارسی پریس میں میرے خلاف مختلف ردعمل سامنے آیا ہے اور تہران کے دوغلے لوگ مجھ پر برہم ہو گئے۔ ان دھوکہ باز لوگوں میں سے ایک رہنما کا خط میرے سامنے ہے۔ وہ اپنی فتح پر فخر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اب مسلمانوں کی مساجد میں دینِ محمدی کے مبلّغ ایران کے قدیم مذہب کی بات کرتے ہیں۔۔۔"

اعلیٰ ترین عہدے داروں کے نام اپنے خط کے علاوہ ایک مراسلے کی نقل بھی آپ کو بھیج رہا ہوں جو میں نے Times of India میں اشاعت کے لیے بھیجا تھا۔ اس سے قبل میں نے آپ کو اپنی مشکلات سے آگاہ کیا تھا۔ بمبئی کے اخبارات متمول پارسیوں کے زیرِ اثر ہیں جن میں سے اکثر متعصب قسم کے افراد ہیں۔ اس لیے حقیقی اور سچے خیالات کو پیش کرنے میں میرے ہاتھ بندھے ہیں۔ حتیٰ کہ پارسی اخبارات میں اپنے خلاف جھوٹی خبروں کا جواب تک دینے سے قاصر ہوں۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

ٹیگور کا دورہ ایران ایک مضحکہ خیز ڈرامہ تھا۔ یہ پارسی متعصبوں کی مدد سے لایا گیا۔ یہ ہوشیار بنگالی جنوبی پارسیوں پر سبقت لے گیا ہے۔ "Fox, Monkey and Cuckoo" کے عنوان سے میں نے جو مضمون لف کیا ہے، اسے پڑھ کر آپ اس معاملے کو سمجھ جائیں گے۔ میں نے یہ مضمون متعدد اخبارات کو بھیجا، لیکن ان میں سے ابھی تک کہیں بھی شائع نہیں ہوا ہے۔

میں اپنا مقصد واضح کر دوں۔ میرا موقف ہے کہ یہ واویلا کرنا ایک تاریخی گمراہی ہے کہ پارسیوں نے عرب مسلمانوں کے دباؤ اور جارحیت کی وجہ سے ایران کو چھوڑ دیا۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ ایران کا اسلام قبول کرنا زرتشتی رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کے جابرانہ ظلم کی وجہ سے ہوا تھا۔ تیسرا، میں سمجھتا ہوں کہ ایران میں زرتشتیوں پر ظلم و جبر عرب کے ذریعہ نہیں بلکہ ان زرتشتیوں کی بدولت ہوا تھا جنہوں نے دنیاوی لالچ سے اسلام قبول کیا تھا اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے رشتہ دار اور پڑوسی اپنے سابقہ دین پر قائم رہیں۔ لہذا، جب میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک پرانا معاملہ پھر اٹھایا گیا ہے اور ایرانی حکومت بھی تاریخی گمراہیوں کی تائید کر رہی ہے ، میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ میں سچائی سے پردہ اٹھاؤں، ضروری نہیں کہ اسلام کے تناظر میں بلکہ تاریخی حقائق کے تناظر میں۔ فروغی[4] کی ٹیگور کو بہ طور معاوضہ ایرانی ثقافت کا ایک مرکز قائم کرنے اور مصیبت زدہ پارسیوں کی مدد کی پیشکش ناقابلِ تلافی نہیں ہو سکتی۔

پیارے دوست! میرے خیال میں آپ سیاست کا رخ کر کے کسی دوسری سمت چل پڑے ہیں۔ میری خواہش ہو گی کہ آپ تاریخ اور فلسفہ کے میدان میں واپس آ جائیں۔ دنیا پر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اسلام بہت سے پہلوؤں سے ایران کا نجات دہندہ تھا، میں آپ کے ساتھ مل کر کام کر سکتا ہوں۔ اگرچہ میں دینِ محمدؐ کا پیروکار نہیں ہوں، لیکن تاریخی حقائق کی ترویج و اشاعت پر یقین رکھتا ہوں۔

آپ کا مخلص

جی۔کے۔نریمان

غلام عباس آرام کے نام مکاتیبِ اقبال سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ایک علمی شخصیت تھے جن کی شعر و ادب، تصوف اور فلسفے سے خصوصی دلچسپی تھی لیکن ایرانی سماج میں ان کی شناخت ایک فری میسن (*Freemason*) کے طور پر ہے۔ فری میسن سے مراد ایسے افراد ہیں جو نوآبادیاتی خطوں میں استعماری طاقتوں کے ہتھیار سمجھے جاتے ہیں اور ان کے بارے میں مذہبی طبقات میں منفی خیالات پائے جاتے ہیں۔

علم و ادب سے دلچسپی کی بنیاد پر اقبال نے انھیں اپنی چند تصانیف بشمول "Six Lectures" بہ طور تحفہ ارسال کیں۔ یہ واضح نہیں ہے کہ اقبال نے ان کو جو دیگر کتب بھیجیں، وہ فارسی تصانیف تھیں یا ان میں اردو تصانیف بھی شامل تھیں البتہ انھوں نے اردو مجلہ "نیرنگِ خیال" لاہور کا وہ شمارہ بھی ارسال کرنے کا وعدہ کیا جو اقبال کے حوالے سے خصوصی اشاعت پر مبنی تھا۔ اس سے یہ اشارہ ضرور ملتا ہے کہ غلام عباس آرام کی اردو زبان سے شناسائی بھی تھی۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

اس کے علاوہ حافظ شیرازی کے کلام کے اردو ترجمے کے بارے میں اقبال کا بتانا بھی یہ واضح کرتا ہے کہ یہ آرام کے کسی استفسار کا جواب ہے۔ اس نکتے سے بھی ان کی اردو سے آگاہی کا ثبوت ملتا ہے۔ مولانا ظفر علی خان کے اخبار "زمیندار" کے ایک نوٹ کے بارے میں اقبال نے انھیں بتایا کہ وہ دیکھ چکے ہیں۔ یہ بھی عباس آرام کے کسی استفسار ہی کا جواب ہے۔

اقبال نے اپنے دوسرے خط میں عباس آرام سے ان پر رقم کی جانے والی انگریزی تالیف "A VOICE FROM THE EAST" کی دستیابی کی صورت میں ارسال کرنے کا وعدہ کیا۔ اسی طرح اردو میں پہلی تنقیدی کتاب "اقبال" مصنفہ احمد دین کے بارے میں جس پیرائے میں بتایا ہے، اس سے لگتا ہے کہ اقبال کی تصانیف موصول ہونے کے بعد انھوں نے اس کا تقاضا کیا لیکن وہ بھی دستیاب نہ تھی۔

عباس آرام کو نہ صرف اقبال نے کتب تحفے میں بھیجیں بلکہ ان کی تصوف میں دلچسپی کی بنیاد پر انھیں اس سے متعلق بعض تصانیف سے متعارف کروایا۔ وہ لکھتے ہیں:

> "تصوف کے بارے میں اگر آپ عربی میں ابو طالب مکی کی کتاب "قوت القلوب" کو پڑھ چکے ہیں تو، یہ تصوف کے بارے میں سب سے قدیم اور سبق آموز کام ہے۔ اس کے بعد کی تصنیف "کشف المحجوب" سید علی ہجویری کی ہے، جو لاہور کے ایک عظیم صوفی ہیں اور اصلا غزنی کے ہیں۔ اس کتاب کا انگریزی میں مختصر ترجمہ ڈاکٹر نکلسن نے کیمبرج میں شائع کیا تھا۔ میرے خیال میں یہ کتاب لوزاک سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ عراقی کی "لمعات" کو محی الدین العربی کی "فتوحاتِ مکیہ" کے مطالعے کے بغیر مکمل طور پر سمجھا نہیں جاسکتا۔"(۱)

اس اقتباس سے اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اقبال اور آرام کے مابین ان دریافت شدہ مکاتیب سے قبل بھی کچھ مراسلت ہو چکی ہے جس سے اقبال اس امر سے آگاہ ہوئے کہ وہ تصوف کے بارے میں کوئی کتاب پہلے پڑھ چکے ہیں۔

اقبال نے غلام عباس آرام کو نہ صرف تصوف سے متعلق کتب کے بارے میں بتایا بلکہ مولانا رومی کی تخلیقات اور ان کے تراجم سے بھی نہایت والہانہ پن سے آگاہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> "سب سے بڑھ کر رومی کی مثنوی ہے، جسے میں ذاتی طور پر کسی بھی دوسری کتاب پر ترجیح دیتا ہوں۔ ڈاکٹر نکلسن نے پوری کتاب کا مکمل انگریزی ترجمہ اپنے اصل فارسی متن کے ساتھ شائع کیا، جسے انھوں نے مصر میں دریافت ہونے والے مخطوطے کا مقابلہ کرنے کے بعد احتیاط اور بہت توجہ سے تصحیح کی تھی۔ یہ مخطوطہ رومی کی وفات کے ۵۰ سال بعد لکھا گیا تھا اور یہ شاید باقی بچ جانے والا قدیم ترین نسخہ ہے۔ دریاباد، بارہ بنکی ضلع (متحدہ صوبے، ہندوستان) سے گریجویٹ جناب عبد الماجد نے رومی کی کتاب "فیہ مافیہ

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024
تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

"کی تدوین اور شائع کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ انھیں لکھتے ہیں تو وہ آپ کو ایک کاپی بھیجیں گے۔ ہندوستان میں اب بھی مثنوی رومی کے بہت سارے قارئین ہیں اور ہندوستان میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔ دیوانِ شمس کے عنوان سے رومی کے بعض اشعار کا بھی نکلسن نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔" (۲)

اگرچہ اقبال نے تصانیف کے ساتھ ان کے ترجموں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن ان مکاتیب میں وہ شاعری کی کسی کتاب کا ترجمہ کرنے کے عمل پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ حافظ شیرازی کے اردو اور پنجابی تراجم کے سلسلے میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان کرتے ہیں:

"میں نے حافظ کے بارے میں میر ولی اللہ کی کتاب کے کچھ حصے پڑھے ہیں۔ وہ فارسی زبان کے ایک اچھے محقق ہیں اور بہ طور شارح عمدہ کام کیا ہے، لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں شاعری کی شرح پر زیادہ یقین نہیں رکھتا ہوں۔ کئی برس پہلے کسی نے حافظ کے دیوان کا پنجابی میں ترجمہ کیا تھا۔ مجھے یہ ترجمہ ہندوستان میں رقم کی گئی کلامِ حافظ کی کسی بھی شرح سے زیادہ پسند آیا۔ تاہم، ولی اللہ کی تشریح مجموعی طور پر اچھی ہے۔" (۳)

ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور مسلم مفادات کے لیے اقبال نے ہمہ جہت انداز میں کام کیا۔ ان کی ان عملی کاوشوں کا عکس ان کی شاعری میں بھی نمایاں ہے۔ انھیں اس امر کا بھرپور احساس تھا کہ نہ صرف ہندوستانی مسلمان بلکہ تمام اہلِ ایشیا بیرونی طاقتوں کے غلام ہیں اور غلامی سے نجات دلانے کے لیے انھیں اپنے تخلیقی عمل کو بروئے کار لانا ہے۔ ان کی نگاہِ بصیرت حالات کے تغیر کا مشاہدہ کر رہی تھیں جس کا اظہار انھوں نے اپنے متعدد اشعار میں کیا ہے۔

پھر اٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہِ اطلس قبایانِ تتاری ہے (۴)

ہو رہا ہے ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک
نوجواں اقوامِ نو دولت کے ہیں پیرایہ پوش (۵)

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ (۶)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

" زمیندار" اخبار کے ایک نوٹ کے حوالے سے غلام عباس آرام کے نام خط میں اقبال اس دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان ایک عرصے سے غلام ہیں لیکن وہ پر اُمید بھی ہیں کہ اب حالات تبدیلی کی جانب گامزن ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "ہندوستانی مسلمان ۱۸۵۷ سے عملی طور پر جیل میں ہیں۔ حالات اب تیزی سے بدل رہے ہیں۔ تجارتی راستوں سے اب وسطی اور مغربی ایشیا کو بے حد معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی فوائد حاصل ہوں گے۔" (۷)

حالاتِ حاضرہ پر اقبال کی گہری نظر تھی۔ ہندوستان کے علاوہ ہمسایہ ممالک بہ طورِ خاص ایران اور افغانستان کے سیاسی و سماجی معاملات کو وہ باریک بینی سے دیکھتے اور تقریری و تحریری طور پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے رہے۔ ایران سے ان کا قلبی ربط تہذیبی اور ادبی دونوں سطحوں پر تھا۔ اقبال کی تخلیقی کاوشوں میں فارسی کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ فارسی زبان کی اہمیت تو علامہ اقبالؒ کی نثر و شاعری میں واضح ہے۔ جیسا کہ خود انھوں نے فرمایا تھا کہ:

پارسی از رفعتِ اندیشہ ام
در خورد بافطرتِ اندیشہ ام (۸)

وہ غالب کی طرح فارسی کے مقابلے میں اپنی اردو تخلیقات کو دوسرے درجے کی تو خیال نہیں کرتے تھے لیکن انھوں نے فارسی میں نہایت اہم منظومات تخلیق کی ہیں جن کے فکر و فن کی عظمت کا اعتراف اہلِ زبان بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح ایران اور اہلِ ایران کے ساتھ اقبال کی وابستگی کئی سطحوں پر تھی۔ علامہ اقبالؒ کی نظر میں ایران کی اہمیت کا اندازہ اُن کی بیاض کے اس مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

> " اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ کون سا ہے تو میں بے تامل کہوں گا: 'فتحِ ایران'۔ نہاوند کی جنگ نے عربوں کو ایک حسین ملک کے علاوہ ایک قدیم تہذیب بھی عطا کی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایسی قوم سے روشناس ہوئے جو سامی اور آریائی عناصر کے امتزاج سے ایک نئی تہذیب کو جنم دے سکتی تھی۔ ہماری مسلم تہذیب سامی اور آریائی تصورات کی باہمی پیوندکاری کا حاصل ہے۔ گویا یہ ایسی اولاد ہے جسے آریائی ماں کی نرمی و لطافت اور سامی باپ کے کردار کی پختگی و صلابت سے ورثے میں ملی ہے۔ فتحِ ایران کے بغیر اسلامی تہذیب یک رخی رہ جاتی۔ فتحِ ایران سے ہمیں وہی کچھ حاصل ہو گیا جو فتحِ یونان سے رومیوں کو ملا تھا"۔ (۹)

اگرچہ علامہ اقبالؒ نے اپنی زندگی میں کبھی ایران کا سفر نہیں کیا لیکن اُنھیں اپنے عہد کے ایران کے حالات و واقعات اور ملّتِ ایران کی زبوں حالی کی بابت بنیادی اور گہری معلومات تھیں۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

عباس آرام کے نام مکاتیب میں اہم ترین مسئلہ ایران میں زرتشت مذہب کے احیا کی اُس تحریک پر ردعمل ہے، جسے کسی حد تک سرکاری سرپرستی بھی حاصل تھی۔ اقبال دیکھ رہے تھے کہ اہلِ ایران کو مختلف طریقوں سے یہ باور کرایا جارہا تھا کہ ان کا اصل مذہب زرتشتیت ہے اور ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ اسلام کو ترک کر کے دوبارہ اپنے اصل دین کو اختیار کر لیں۔

اہلِ ایران کے دوبارہ زرتشتی مذہب کو اختیار کرنے یا کرانے کے سلسلے میں اخبارات میں بہت کچھ شائع ہو رہا تھا اور ایک پارسی صحافی نریمان کے ساتھ اقبال کی علمی بات چیت بھی جاری تھی۔ عباس آرام کو اقبال کچھ اخباری تراشے بھیجنا چاہتے تھے لیکن انھیں دستیاب نہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میرے پاس ان اشاعتوں کے تراشے نہیں ہیں جن کا میں نے اپنے آخری خط میں ذکر کیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ بمبئی کے ایک پارسی صحافی جنابِ نریمان کو جانتے ہوں گے، وہ ایران میں زرتشت پسندی کے احیا کے پارسی پروپیگنڈے کی مخالفت کرتے ہیں اور بعض اوقات اس کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ اگر مجھے اس سے مزید اخباری تراشے مل گئے تو میں بہ صد خوشی آپ کو بھیجوں گا۔ بعض اوقات ایرانی مسلمان ہندوستانی شہروں میں بھی یہی پروپیگنڈا کرتے ہیں۔" (۱۰)

ایران میں زرتشتی مذہب کے احیا کے سلسلے میں مختلف سطح کے ثقافتی اقدامات بھی کیے گئے۔ ان میں سے ایک ٹیگور کا دورہ بھی تھا۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے ایرانی حکومت کی دعوت پر ۱۹۳۲ء میں ایران کا دورہ کیا۔ ان کے ساتھ بنگالی دانشوروں کا ایک چھوٹا سا وفد بھی تھا، جن میں امیہ کمار چکرورتی اور کیدار ناتھ چٹوپادھیائے بھی شامل تھے۔

اقبال کے نزدیک ٹیگور کا یہ دورہ نہایت ناپسندیدہ تھا۔ انھیں اس بات کا رنج ہوا کہ ٹیگور نے نہ صرف ایران میں اسلام کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی بلکہ ہندوستان میں تحریکِ آزادی کے سلسلے میں بھی انھوں نے ہندو مفادات کی طرف جھکاؤ ظاہر کیا۔ ٹیگور کے دورہ ایران کے اصل مقاصد کے سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> " میرے خیال میں یہ "بمبے کرانیکل" تھا جس نے ٹیگور کے دورے سے متعلق ایک مضمون لکھا تھا اور اس دورے کے اس اصل ہدف کو فاش کیا تھا، جو ہندو مت اور ایران کے مابین آریائی تعلقات کو استوار کرنا تھا۔ "آریائی تعلقات کی استواری" ایک بے ضرر تاثر ہے، لیکن ہم ہندوستانی مسلمان ان معاملات اور ان کے مضمرات کو غیر ملکیوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ ، جرمنی میں ایرانی پناہ گزین بھی کچھ اسی طرح کی سرگرمیوں میں مصروف رہے ہیں۔ میں اس وقت ان کی سرگرمیوں کے بارے میں نہیں جانتا ہوں لیکن ان کی گذشتہ سرگرمیاں، جن کے نتائج ہندوستان میں شائع شدہ تحریروں کی شکل میں ملتے ہیں، اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں۔" (۱۱)

یہ ایک عجیب امر ہے کہ جب ایران میں مذہبِ زرتشت کے احیا کی کاوشیں ہو رہی تھی تو عین اس وقت ہندوستان میں بھی شدھی اور سنگٹھن کی تحاریک کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کو یہ باور کرایا جارہا تھا کہ ان کا اصل مذہب ہندومت ہے اور انھیں اپنی اصل کی طرف مراجعت اختیار کرنی چاہیے۔

شدھی تحریک(purity, cleanness)ہندو بنانے اور ہندو مذہب میں داخل کرنے کی تحریک کو گھر واپسی تحریک بھی کہتے ہیں۔ شدھی سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں کے آباو اجداد مسلمان ہو گئے تھے، انہیں دوبارہ شدھ یعنی پاک کر کے ہندو بنایا جائے۔ اسی طرح سنگٹھن تحریک کا مقصد بھی ہندوستان کو مکمل طور پر ہندو بنانا اور غیر مذہبوں کو یہاں سے نکالنا تھا۔ اس تحریک کے دائرہ کار میں دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو ہندو یعنی شدھ بنانا ہی نہیں تھا بلکہ ہندومت قبول نہ کرنے کی صورت میں انہیں سنگٹھن یعنی قتل کرنا بھی تھا۔ ایران میں مذہبِ زرتشت کی طرف اہلِ ایران کی مراجعت یا اس سلسلے میں بعض کاوشوں کی صورت کم و بیش وہی تھی جو ہندوستان میں شدھی کی تھی۔

مذہبِ زرتشت کی طرف اہلِ ایران کو مائل کرنے کے سلسلے میں خود ایرانی سرکار کی کیا دلچسپی تھی۔ اس بارے میں کیا ثقافتی کاوشیں ہو رہی تھیں نیز اس حوالے سے کون لوگ زیادہ متحرک تھے۔ اقبال نے مذکورہ جملہ معاملات کی تفصیل کے لیے غلام عباس آرام کے نام ایک خط میں انھیں پارسی صحافی اور ادیب جی۔ کے۔ نریمان کا ایک خط بھی بھیجا اور گزارش کی کہ اسے صیغہ راز میں رکھا جائے۔

مذکورہ خط کی تفصیلات دیکھی جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جی۔ کے۔ نریمان باوجود پارسی ہونے کے اہلِ ایران کی زرتشتی مذہب کی طرف واپسی کے سخت خلاف تھے اور حقائق کو اجاگر کرنے کے سلسلے میں وہ اور ان کی جماعت نہایت کوشاں تھے۔ وہ اس بارے میں نہ صرف مسلسل لکھ رہے تھے بلکہ عملی سطح پر کاوشیں بھی کر رہے تھے۔ بمبئی کے اخبارات پر متمول پارسی طبقے کا اثر ہونے کی وجہ سے جی۔ کے۔ نریمان کی بعض تحریریں اشاعت پذیر ہونے سے روک بھی دی جاتی تھیں۔

جی۔ کے۔ نریمان کی مذکورہ کاوشوں کی وجہ سے انھیں شدید مخالفت اور پارسی برادری کی طرف سے دباؤ کا بھی سامنا تھا لیکن وہ ثابت قدم تھے۔ وہ اپنے خط میں ٹیگور کے دورہ ایران اور اہلِ ایران کے قبولِ اسلام کے سلسلے میں جارحانہ رویوں کے حوالے سے غلط پراپیگنڈے کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

> "ٹیگور کا دورہ ایران ایک مضحکہ خیز ڈرامہ تھا۔ یہ پارسی متعصبوں کی مدد سے لایا گیا۔ یہ ہوشیار بنگالی جنونی پارسیوں پر سبقت لے گیا ہے۔ "Fox, Monkey and Cuckoo" کے عنوان سے میں نے جو مضمون لف کیا ہے، اسے پڑھ کر آپ اس معاملے کو سمجھ جائیں گے۔ میں نے یہ مضمون متعدد اخبارات کو بھیجا، لیکن ابھی تک کہیں بھی شائع نہیں ہوا ہے۔ میں اپنا مقصد واضح کر دوں۔ میرا موقف ہے کہ یہ واویلا کرنا ایک تاریخی گمراہی ہے کہ پارسیوں نے عرب مسلمانوں کے دباؤ اور جارحیت کی

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

وجہ سے ایران کو چھوڑ دیا۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ ایران کا اسلام قبول کرنا زرتشتی رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کے جابرانہ ظلم کی وجہ سے ہوا تھا۔ تیسرا، میں سمجھتا ہوں کہ ایران میں زرتشتیوں پر ظلم و جبر عرب کے ذریعہ نہیں بلکہ ان زرتشتیوں کی بدولت ہوا تھا جنہوں نے دنیاوی لالچ سے اسلام قبول کیا تھا اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکے تھے کہ ان کے رشتہ دار اور پڑوسی اپنے سابقہ دین پر قائم ہیں۔" (۱۲)

مذہبی حوالے سے مذکورہ پراپیگنڈوں کی وجہ سے ایران کی نئی نسل کے بعض گمراہ کن افکار پر اقبال دکھ کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ اپنی تاریخ و تہذیب سے آشنا نہیں اور مغربی ذرائع ابلاغ سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اہلِ ایران کی اس غفلت پر وہ یوں طنز کرتے ہیں:

"ایرانی حضرات یا تو اپنے ملک کی تاریخ سے بالکل ہی لاعلم ہیں یا یہ یورپی سیاستدانوں اور پروپیگنڈا کرنے والوں کا کھلونا ہیں جن کا واحد مقصد ہے کہ مسلمان ممالک ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کے احساس سے محروم ہو جائیں۔ مسلمان ممالک ایک دوسرے کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ ابھی تک اہلِ یورپ کی جارحیت تھم نہیں پائی ہے۔۔شاید آج پہلے سے کہیں زیادہ، انھیں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کی ضرورت ہے۔ میری رائے میں، اس طرح کے پروپیگنڈے کا محرک اس حقیقت کا ادراک ہے کہ ایشیا میں مسلم ممالک کے مابین نئے اور جدید خطوط پر استوار تعلقات ان کو باہمی طور پر زیادہ مضبوط بنا دیں گے۔" (۱۳)

اقبال نہ صرف یورپی پراپیگنڈے کا پردہ چاک کرتے ہیں بلکہ ہندوستان کے مقامی پریس کے کردار پر بھی اس حوالے سے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہندوستانی صحافت کسی احساسِ کمتری یا غلط فہمی کا شکار ہے کہ وہ نہ صرف ایران بلکہ ترکی کے حوالے سے بھی خبروں کو ایک خاص زاویہ دیتے ہیں جس سے فکری گمراہیاں جنم لیتی ہیں۔

اقبال بہ یک وقت ترکوں کے مداح اور ناقد تھے۔ کمال اتاترک کی اصلاحات ان کے لیے پسندیدہ تھیں لیکن ان اصلاحات کے حوالے سے بعض شکایات بھی انھوں نے کیں۔ ان کے نزدیک اصلاحات کا حاصل لادینیت نہیں ہونا چاہیے۔ ہندوستانی پریس جب یورپ کے زیرِ اثر ترک اصلاحات کو ترکی سے اسلام کے دیس نکالا کا تاثر دیتا تھا تو انھیں اس کا شدید رنج ہوتا تھا۔ غلام عباس آرام کے نام لکھتے ہیں:

"ہندوستانی پریس میں ترکی میں اصلاحات کے بارے میں یورپی خبریں بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی ہیں بلکہ اس طرح سے ہندوستانی مسلمانوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ تُرک اسلام کو بے گھر کر رہے ہیں" (۱۴)

ترکی کی طرح افغانستان میں آنے والی سیاسی و سماجی تبدیلیوں پر بھی اقبال کی نگاہ تھی۔ انقلابِ افغانستان کے بعد امان اللہ خان کی اصلاحات ایک اعتبار سے اتاترک کی پیروی ہی تھیں۔ اقبال کے نزدیک یہ سماجی اقدامات اور ان کے لیے نافذ کیے جانے والے قوانین مغرب سے مرعوبیت کا نتیجہ اور غیر اسلامی ہیں۔ اہلِ یورپ نے امان اللہ کی سرپرستی بھی ایک خاص مقصد سے کی لیکن بعد میں روس کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی وجہ سے اس کے خلاف پراپیگنڈا بھی اس انداز سے کیا کہ اس کا انجام امان اللہ خان کے سیاسی زوال اور جلاوطنی کی صورت میں سامنے آیا۔ اقبال لکھتے ہیں:

> "امان اللہ کی حمایت افغانستان میں ان کی اصلاحات کی وجہ سے نہیں تھی، بلکہ اس لیے
> کہ ان کا خیال تھا کہ ان کی اصلاحات کا مقصد اسلام کو افغانستان سے بے دخل کرنا ہے۔
> مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی پراپیگنڈا ہی امان اللہ اور انقلابِ افغان کے زوال کا
> سبب ثابت ہوا۔" (۱۵)

غلام عباس آرام کے نام اقبال کے خطوط میں اُس دردمندی کا تسلسل نظر آتا ہے، جو اُن کی شعری تخلیقات اور دیگر نثری تحریروں میں واضح ہے۔ اقبال ہندوستان کے نوآبادیاتی مسائل کے ساتھ ساتھ ترکی، ایران اور افغانستان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان خطوط میں ایشیا کے جغرافیائی سیاسی مسائل کے سلسلے میں اقبال کے نقطہ نظر کا ایک نمایاں زاویہ دکھائی دیتا ہے۔

اقبال نے غلام عباس آرام کے نام ایران کے تہذیبی مسائل پر نہایت دردمندی سے گفتگو کی ہے اور اپنے مکتوب الیہ کو شواہد کے ساتھ حالات کا جائزہ اور اس پر اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔

ان مکاتیب کی اہمیت عہدِ اقبال کے معاصر عالمی سیاسی، سماجی اور تہذیبی معاملات کے سلسلے میں فزوں تر ہے کہ ان اوراق میں ایشیا خصوصاً ایران میں جاری ایک ایسی تحریک سے پردہ اٹھتا ہے جو کامیابی سے تو ہم کنار نہ ہو سکی لیکن اپنے وقت میں اہلِ ایران کے اذہان پر اپنے اثرات ضرور مرتب کر رہی تھی۔

حواشی

پہلا خط

1۔ علامہ اقبال کی ایک انگریزی کتاب *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* جو ان کے سات خطبات کا مجموعہ ہے۔ پہلے چھے خطبات انہوں نے دسمبر ۱۹۲۸ء اور جنوری ۱۹۲۹ء کے درمیان مسلم ایسوسی ایشن، مدراس کی دعوت پر مدراس، حیدرآباد دکن اور علی گڑھ میں پڑھے تھے۔ یہ خطبات سب سے پہلے ۱۹۳۰ء میں "Six Lectures" کے عنوان سے شائع ہوئے جب کہ دوسری اشاعت (۱۹۳۴ء) میں ساتویں خطبے کا اضافہ کیا گیا۔

2۔ محمد بن علی بن عطیہ ابو طالب مکی اہل جبل سے تھے پھر مکہ میں مستقل رہائش رکھی اور اسی سے مکی منسوب ہیں۔ ان کی وفات ۳۸۶ھ میں بغداد میں ہوئی اور مقبرہ مالکیہ میں مدفون ہوئے۔ قوت القلوب في معاملة المحبوب المعروف بہ "قوت القلوب" آپ کی بہت ہی جامع تصنیف ہے۔ اس کا پورا نام قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المرید الیٰ مقام التوحید ہے۔ اس کتاب میں ہر عنوان پر

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

قرآن و حدیث اور اقوالِ صحابہ و تابعین شامل ہیں۔ داتا گنج بخش اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے کشف المحجوب اور عوارف المعارف میں متعدد جگہ آپ کے اقوال اور قوت القلوب کے حوالے دیے ہیں۔

3۔ کشف المحجوب، ابوالحسن علی بن عثمان جلابی ہجویری غزنوی المعروف بہ داتا گنج بخش(۱۰۰۹- ۱۰۷۲ء)کی روحانیت وتصوف کے موضوع پر لکھی ہوئی تصنیف ہے جو فارسی میں لکھی گئی۔ اس کے کئی تراجم دستیاب ہیں۔ شروع میں حضرت داتا گنج بخش کا قیام غزنی کے دو گاؤں ہجویر اور جلاب میں رہا، اس لیے ہجویری اور جلابی کہلائے۔ روحانی تعلیم جنیدیہ سلسلہ کے بزرگ ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی۔ مرشد کے حکم سے ۱۰۳۹ء میں لاہور پہنچے۔ لاہور میں بھاٹی دروازہ کے باہر آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

4۔ آر اے نکلسن/ Reynold Alleyne Nicholson , (۱۸۶۸ء-۱۹۴۵ء) ممتاز مستشرق جو اسلامی ادب اور اسلامی تصوف دونوں کے عالم تھے، آپ کو انگریزی زبان میں وسیع پیمانے پر عظیم ترین رومی شناسوں اور مترجمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے کشف المحجوب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جو پہلی بار ۱۹۱۱ء میں گب میموریل لندن نے شائع کیا۔ ۱۹۳۶ء میں اس کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع ہوا۔

5۔ لندن کا ایک اشاعتی ادارہ جو علوم و ادبیاتِ شرق سے متعلق کتب شائع کرتا تھا۔

6۔ شیخ فخر الدّین عراقی و کمیجانی (۱۲۸۹ء-۱۲۱۳ء) صوفی شاعر، عارف اور محقق ادیب تھے۔" لمعات" ان کی ایک صوفیانہ تصنیف ہے۔ لمعۃ کا مطلب ہے کرن اور چمک۔ لمعات کی تحریر کا انداز جامع، سادہ، فصیح، اور سعدی کی گلستان جیسا ہے، جس میں فارسی اور عربی اشعار، آیات اور احادیث کی آمیزش ہے۔

7۔ محی الدین محمد ابن العربی الحاتمی الطائی الاندلسی(۱۱۲۵ء-۱۲۴۰ء) ممتاز صوفی، عارف، محقق ہیں۔ اسلامی تصوف میں آپ کو شیخ اکبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ تصوف اسلامی میں وحدت الوجود کا تصور سب سے پہلے انھوں نے ہی پیش کیا۔ بعض علما نے ان کے اس عقیدے کو الحادو زندقہ سے تعبیر کیا ہے۔ مگر صوفیا انھیں شیخ الاکبر کہتے ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔

"فتوحات مکیہ" ابن عربی کا سب سے ضخیم کام ہے جو پانچ سو ساٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ مکہ میں قیام کے دوران میں اس کتاب کی تحریر کا آغاز ہوا تھا اور اس کی بنیاد وہاں حاصل ہونے والے کشف تھے۔ یہ نہایت اہم تصنیف کا نام ہے جو آپ کی تحقیق کا نچوڑ تسلیم کی جاتی ہے ۔ اس میں ہی وحدت الوجود پر بحث کی گئی ہے۔ یہ تصوف اسلامی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی کتاب ہے اور اس کا اثر تمام اسلامی صوفی سلسلوں میں پایا جاتا ہے۔ کئی نامور علما نے اس کی شرح کی ہے۔

8۔ شیخ محمود شبستری (۱۲۸۷ھ-۱۳۲۰ھ) ایک عارف، ادیب اور شاعر ہیں۔ آپ اپنے وقت کے نامور علما فضلا اور متکلمین میں شمار ہوتے تھے۔ شاعری میں ان کی شہرت "مثنوی گلشن راز" پر ہے۔ یہ مثنوی ان ۱۵ یا ۱۷ سوالات کے جوبات پر مشتمل ہے جو سید امیر الحسینی خراسانی نامی ایک عالم و صوفی نے آپ سے پوچھے تھے۔ اس کا انگریزی ترجمہ "The Mystic Rose Garden" کے عنوان سے ایڈورڈ ہنری نے ۱۸۸۰ء میں کیا۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

9۔ مولانا عبد الماجد دریابادی (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۷ء) کو قصبہ دریاباد، ضلع بارہ بنکی (متحدہ صوبے، ہندوستان) کے ایک علمی گھرانہ "قدوائی خاندان" میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک محقق اور مفسر قرآن تھے۔ بہت سی ملی تنظیموں اور علمی، تحقیقی اور ادبی اداروں سے منسلک رہے۔ عبد الماجد دریابادی نے انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی ایک جامع تفسیر قرآن لکھی ہے۔

10۔ "فیہ مافیہ" یا مقالاتِ مولانا، مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی نثری تصنیف ہے جو ۷۲ مقالات کی شکل میں ہے۔ جعفر مدرس صادقی کے مطابق فیہ مافیہ کا قدیمی قلمی مخطوطہ ۱۳۱۶ء کا دستیاب شدہ ہے جبکہ ایک دوسرا قلمی مخطوطہ اسرارِ جلیلہ کے نام سے دستیاب ہوا ہے جو ۱۳۵۰ء کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۹۲۲ء میں مولانا عبد الماجد دریابادی کو "فیہ مافیہ" کا ایک نسخہ رام پور کے سرکاری کتب خانے سے دستیاب ہوا اور ۱۹۲۳ء میں نواب سالار جنگ کے کتب خانے سے مزید دو نسخے ملے۔ بعد ازاں پروفیسر نکلسن نے انھیں قسطنطنیہ میں موجود ایک نسخہ بھی مہیا کیا۔ مولانا صاحب نے اس کی تدوین کی اور یہ نسخہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ سے ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔ "فیہ مافیہ" کا انگریزی ترجمہ آرتھر جان اربری نے ۱۹۶۱ء میں کیا جو ۷۱ مقالات کی صورت میں شائع ہوا۔ ۱۹۹۸ء میں نئی دہلی سے دوبارہ انگریزی ترجمہ بنام Fiha Ma Fiha, Table Talk of Maulani Rumi شائع ہوا۔

11۔ مثنوی مولانا روم پر آراے نکلسن کا کام معیاری تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کی یہ کتاب ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۰ء تک آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی۔ نکلسن نے مثنوی کے پہلے اہم فارسی ایڈیشن کو ڈھونڈا، انگریزی میں جتنا بھی کام رومی پر ہوا تھا، مکمل ترجمہ اور تشریح کے سلسلے میں نکلسن کا کام ان پر فوقیت رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ کام دنیا بھر میں رومی تعلیمات کے میدان میں سب سے زیادہ مؤثر رہا۔

دوسرا خط

1۔ میر ولی اللہ ایبٹ آبادی (۱۸۸۷ء-۱۹۶۴ء) کریالہ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی ایبٹ آباد تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ ایک نامور وکیل، ایک سماجی شخصیت، شاعر، ادیب اور مترجم تھے۔ آپ کا شمار علامہ محمد اقبال کے رفقاء میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۹۶۴ عیسوی میں وفات پائی اور ایبٹ آباد میں دفن کیے گئے۔ آپ کا عظیم علمی کارنامہ ترجمہ وشرح دیوان حافظ ہے ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔

2۔ دیوانِ حافظ کا پنجابی ترجمہ ماسٹر غلام حیدر نے کیا۔

3۔ علامہ محمد اقبال پر رقم کی گئی پہلی انگریزی کتاب جس کے مولف ذوالفقار علی خان ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں شائع ہونے والی اس مختصر مگر اہم دستاویز میں اردو اور فارسی کلامِ اقبال کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ یہ تراجم اقبال کے دوست امراؤ سنگھ مجیٹھیا نے کیے۔

4۔ احمد دین نے اقبال کی اردو منظومات کے جائزے اور مقصدِ شاعری پر پہلی تنقیدی تصنیف "اقبال" کے عنوان سے رقم کی تھی جو ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔

5۔ مجلہ "نیرنگِ خیال" کا ستمبر اور اکتوبر ۱۹۳۲ء کا شمارہ اقبال نمبر شائع ہوا۔ اس وقت اس کے مدیران بدرالدین حسن اور حکیم محمد یوسف تھے۔ ۴۰۸ صفحات پر مشتمل اس شمارے میں اقبال کے بارے میں تنقیدی مضامین کے علاوہ منظوم حرفِ تحسین بھی پیش کیا گیا ہے۔

6۔رابندر ناتھ ٹیگور نے ایرانی حکومت کی دعوت پر ۱۹۳۲ء میں ایران کا دورہ کیا۔قدیم ایران،زرتشتی مذہب میں اس کی دلچسپی،اس کے ادب کی تعریف اور اسلام اور ہندومت میں مشترک بنیاد تلاش کرنے کی خواہش کے پیش نظر،اس نے رضا شاہ کی جانب سے ایران آنے کی دعوت قبول کی۔ان کے ساتھ بنگالی دانشوروں کا ایک چھوٹا سا وفد بھی تھا،جن میں امیہ کمار چکرورتی اور کیدار ناتھ چٹوپادھیائے بھی شامل تھے۔ٹیگور نے اپنے ایران کے سفر کے بارے میں بنگالی میں ایک سفر نامہ بھی رقم کیا۔

7۔یونان کی آزادی کی جنگ(۱۸۲۱ءتا۱۸۲۹ء)کے دوران میں ۱۸۲۷ء میں برطانیہ،فرانس اور روس کی اتحادی افواج نے مصر اور ترک افواج کو شکست دی۔یہ تاریخ کی آخری بحری جنگ تھی جو مکمل طور پر بحری جہازوں سے لڑی گئی۔

8۔دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان واقع علاقے کو میسوپوٹیمیا(Mesopotamia)کہتے ہیں،جہاں دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں مثلاً عکادی،اشوری اور بابل نے جنم لیا۔یہ چھ ہزار سال قبل مسیح سے بھی زیادہ پرانی ہے۔یہ بین النہرین کا علاقہ کہلاتا ہے۔عربی میں مابین النھرین کہلاتا ہے۔ٹیگور نے ۱۹۳۲ء میں دورہ ایران کے ساتھ اس علاقے کا بھی دورہ کیا۔

تیسرا خط

1۔گستاسپ شا کیخسرو نریمان(۱۸۷۳ء–۱۹۳۳ء)ایک پارسی صحافی اور ادیب تھے۔وہ سنسکرت اور فارسی کے ماہر تھے۔انھوں نے ایران کی تہذیب و ثقافت پر متعدد تصانیف رقم کیں اور ایران پر اسلامی اثرات کے بہت مداح تھے۔۔گستاسپ شا کیخسرو نریمان کا علامہ محمد اقبال کے نام مرقومہ خط بتاریخ ۱۱جولائی ۱۹۳۲ء(اس خط کا متن آخر میں مہیا کیا جارہا ہے)

2۔"دی بمبے کرانیکل"The Bombay Chronicle"بمبئی سے شائع ہوتا تھا،جس کا آغاز ۱۹۱۰ء میں سر فیروز شاہ مہتا (۱۸۴۵ء–۱۹۱۵ء)نے کیا تھا،جو ایک ممتاز وکیل تھے۔۱۸۹۰ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے صدر بنے۔"دی بمبے کرانیکل"اپنے وقت کا ایک اہم قوم پرست اخبار تھا،اور ایک غیر مستحکم قبل از آزاد ہندوستان کی سیاسی ہلچل کا ایک اہم مورخ تھا۔یہ اخبار ۱۹۵۹ء میں بند ہوگیا۔

3۔اقبال مختلف جامعات کے لیے بہ طور ممتحن فرائض انجام دیتے رہے۔وہ پنجاب یونیورسٹی کے مختلف تعلیمی درجوں کے لیے فارسی، فلسفہ اور عربی کے ممتحن رہے۔محمد حنیف شاہد کے مطابق ایم اے فارسی کے دوسرے پرچے کے ممتحن تھے۔

4۔مجلہ"ایرانشہر"جرمنی کے شہر برلن سے ۱۹۲۲ء۔۱۹۲۷ء حسین کاظم زادہ کے زیرِ ادارت شائع ہوتا تھا۔

5۔مجلہ"کسریٰ"تہران سے شائع ہونے والا کثیر الجہت اخبار تھا۔اس کے بانی حسین زعیمی تھے جن کا شمار حکومت مخالف صحافیوں میں ہوتا تھا۔

6۔امان اللہ خان(۱۸۹۲ء– ۱۹۶۰ء)اپنے والد امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد ۱۹۱۹ء میں کابل میں تخت پر بیٹھے۔چند ماہ بعد افغانستان کی تیسری جنگ چھڑ گئی۔اس جنگ میں برطانوی افواج تین محاذوں پر مغلوب ہوئیں مگر معاہدہ راولپنڈی کی رو سے برطانیہ نے افغانستان کی مکمل خود مختاری قبول کی اور دونوں حکومتوں میں مساوی درجے پر تعلقات قائم ہوگئے۔

امان اللہ خان نے افغانستان میں مغربی طرز کا نظم و نسق قائم کرنے کی کوشش کی۔۱۹۲۸ء میں ملکہ ثریا کے ہمراہ یورپ کا سفر کیا اور سوویت روس بھی گئے۔وہاں کے سماجی انقلاب سے بہت متاثر ہوئے اور افغانستان میں سماجی اصلاحات کیں۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024
تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

چوتھا خط

1۔ سید حسن تقی زادہ (۱۸۷۸- ۱۹۷۰) ایک بااثر ایرانی سیاست دان اور سفارت کار تھے۔ وہ ایک ممتاز عالم بھی تھے۔ ایرانی کیلنڈرز پر ان کی تحقیق اب تک حوالہ جاتی ہے۔ وہ ایک روایتی اسلامی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد، سید تقی، ایک مذہبی رہنما تھے لیکن سید حسن تقی زادہ نے اوائل عمری سے ہی روشن خیال نظریات اور آئین پرستی کے مغربی تصور میں دلچسپی ظاہر کی۔

جدید سیاسی تاریخ میں تقی زادہ کو ایک سیکولر سیاست دان کے طور پر جانا جاتا ہے، جن کا خیال تھا کہ "ظاہری اور باطنی طور پر، جسم اور روح میں ایران کو یورپی ہونا چاہیے" وہ روس اور خاص طور پر مغربی یورپ سے آنے والے جدید اور ترقی پسند خیالات کا گیٹ وے خیال کیے جاتے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم، دوسری جنگ عظیم اور اس کے بعد تقی زادہ ایران کے سب سے بااثر شخص تھے جنھوں نے روس اور برطانیہ کے خلاف جرمنی کے مفادات کی حمایت کی۔

مکتوبِ اقبال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سید حسن تقی زادہ کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن وہ ان سے کس طرح متعارف تھے، اس کے شواہد دستیاب نہیں۔

مکتوب جی۔کے۔ نریمان بنام علامہ محمد اقبال

1۔ رضا شاہ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۴۴ء) کا اصل نام رضا خان تھا۔ وہ ایک سپاہی کے بیٹے تھے۔ معمولی تعلیم حاصل کی۔ نوجوانی میں فوج میں بھرتی ہوگئے اور جلد ہی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگئے۔ ۱۹۲۱ء میں حکومت کا تختہ الٹ دیا اور ۱۹۲۳ء میں وزیر اعظم کا عہدہ خود سنبھال لیا۔ انھوں نے فارس کو ایران کا نام دیا۔

۱۹۲۵ء میں قاجار خاندان کے آخری بادشاہ احمد شاہ قاجار کو معزول کر کے خود بادشاہ بن گئے اور رضا شاہ پہلوی کا لقب اختیار کیا۔ انھوں نے فوج اور ملکی نظم و نسق میں اصلاحات کیں، بیرونی ممالک کی مراعات منسوخ کر دیں اور ایران کو خارجی اثر و رسوخ سے پاک کر دیا۔ ان کے عہد میں ٹرانس ایرانین ریلوے کا اجرا ہوا اور دانش گاہِ تہران قائم ہوئی۔

دوسری عالمی جنگ میں ایران نے جرمنی کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ اس پر برطانوی اور روسی افواج ایران میں داخل ہو گئیں۔ انگریزوں نے رضا شاہ کو تخت چھوڑنے اور اپنے بیٹے محمد رضا شاہ پہلوی کو حکومت سونپنے پر مجبور کیا۔ ۱۹۴۱ء میں رضا شاہ جنوبی افریقہ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

2۔ سُدرہ وہ سفید چغہ ہے جو زرتشتی مذہب کے پیروکار پہنتے ہیں اور کُستی کمر بند کو کہا جاتا ہے۔

3- عبدالرحمن سیف آزاد (۱۸۸۴ء-۱۹۷۱ء) ایرانی صحافی اور پبلشر تھے۔ وہ اخبار "ایران باستان" کے ناشر تھے، جو ایران کے مشہور اخبارات میں سے ایک ہے۔ برلن میں انھوں نے "شرقی" کے نام سے ایک پرنٹنگ ہاؤس قائم کیا۔ اس کے علاوہ، جرمنی میں اپنے بارہ سالہ قیام کے دوران، انھوں نے آزادی شرق کے نام سے اخبار اور رسالے "ایران نو" کے علاوہ ایرانی اور جرمن خواتین کے لیے صنعتی گائیڈ شائع کیے، جو کثیر لسانی تھے۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 02, December 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

تہران واپس آنے کے بعد، ایران اخبار "ایران باستان" کا اجرا کیا، جسے پریس کے کام میں جدت پسندی کی وجہ سے بے مثال پذیرائی ملی۔ انھوں نے ہندوستان میں بھی ایک پرنٹنگ ہاؤس قائم کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز اور پولینڈ پر جرمنی کے حملے کے بعد برطانوی سیکورٹی ایجنٹوں نے انہیں کسی وجہ سے گرفتار کر لیا اور جنگ کے اختتام تک جیل میں رکھا۔

4۔ محمد علی فروغی (۱۸۷۷ء-۱۹۴۲ء) تہران میں اصفہان کے ایک تاجر گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباواجداد، مرزا ابو تراب، نادر شاہ افشار کی تاجپوشی کے دوران میدانِ موگن میں اصفہان کے نمائندہ تھے۔ ۱۹۰۷ء میں والد کے انتقال کے بعد ذکاء الملک کا خطاب وراثت میں ملا۔ اسی سال کے دوران، فروغی تہران سکول آف پولیٹیکل سائنس کے ڈین بن گئے۔

۱۹۰۹ء میں، وہ تہران کی نمائندگی کرتے ہوئے مجلس (پارلیمنٹ) کے رکن کے طور پر سیاست میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد وہ ایوان کے اسپیکر اور بعد میں کابینہ میں وزیر کے ساتھ ساتھ تین بار وزیر اعظم اور ایک بار قائم مقام وزیر اعظم بنے۔ ۱۹۱۲ء میں وہ ایرانی سپریم کورٹ کے صدر بنے۔ بعد میں انھیں وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ وہ ۱۹۳۵ء میں برطرف کر دیے گئے لیکن محمد رضا شاہ پہلوی کے دور حکومت کے ابتدائی دور میں وزیر اعظم بن گئے۔ ۱۹۴۱ء میں انھیں امریکہ میں ایران کا سفیر نامزد کیا گیا، لیکن وہ عہدہ سنبھالنے سے پہلے ہی ۶۷ سال کی عمر میں تہران میں انتقال کر گئے۔

فلسفے میں فروغی کی سب سے اہم تصنیف "سیر حکمت در اروپا" (یورپ میں فلسفہ کا ارتقا) ہے، جس میں ساتویں صدی قبل مسیح میں یونان کے سات داناؤں سے لے کر ہنری برگساں تک یورپی فلاسفروں کے افکار کا احاطہ کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اقبال بنام آرام، پہلا خط: ۲۰ جون ۱۹۳۲ء

۲۔ اقبال بنام آرام، پہلا خط: ۲۰ جون ۱۹۳۲ء

۳۔ اقبال بنام آرام، دوسرا خط: ۲۰ جون ۱۹۳۲ء

۴۔ اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۳ء (بارھویں اشاعت)، ص ۳۰۶

۵۔ ایضاً، ص ۲۸۵

۶۔ ایضاً، ص ۳۸۳

۷۔ اقبال بنام آرام، دوسرا خط: ۲۷ جون ۱۹۳۲ء

۸۔ اقبال، کلیاتِ اقبال (فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۱۳ء (بارھویں اشاعت)، ص ۳۰۶

۹۔ اقبال، شذراتِ فکرِ اقبال، مرتبہ: ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال (مترجمہ: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۱

۱۰۔ اقبال بنام آرام، تیسرا خط، ۶ جولائی ۱۹۳۲ء

۱۱۔ اقبال بنام آرام، تیسرا خط، ۶ جولائی ۱۹۳۲ء

۱۲۔ اقبال بنام آرام، تیسرا خط، ۶ جولائی ۱۹۳۲ء

۱۳۔اقبال بنام آرام، تیسرا خط،۶ جولائی ۱۹۳۲ء
۱۴۔اقبال بنام آرام، تیسرا خط،۶ جولائی ۱۹۳۲ء
۱۵۔اقبال بنام آرام، تیسرا خط،۶ جولائی ۱۹۳۲ء

References in Roman Script:

1. Iqbal Banam Aram, Pehla Khat: 20 June 1932
2. Iqbal Banam Aram, Pehla Khat: 20 June 1932
3. Iqbal Banam Aram, Dosra Khat: 20 June 1932
4. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal (Urdu), Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2013 (Barhwin Ashaat), P. 306
5. Ibid, P. 285
6. Ibid,P. 383
7. Iqbal Banam Aram, Dosra Khat: 27 June 1932
8. Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal (Farsi), Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 2013 (Barhwin Ashaat), P.306
9. Iqbal, Shazrat-e-Fikr-e-Iqbal, Murattaba: Dr. Justice Javed Iqbal (Mutarjama: Dr. Iftikhar Ahmed Siddiqui), Majlis Taraqqi Adab, Lahore, 1983, P.101
10. Iqbal Banam Aram, Teesra Khat, 6 July 1932
11. Iqbal Banam Aram, Teesra Khat, 6 July 1932
12. Iqbal Banam Aram, Teesra Khat, 6 July 1932
13. Iqbal Banam Aram, Teesra Khat, 6 July 1932
14. Iqbal Banam Aram, Teesra Khat, 6 July 1932
15. Iqbal Banam Aram, Teesra Khat, 6 July 1932

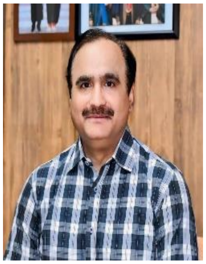

Dr. Tariq Mahmood is an Associate Professor in the Department of Urdu at GC University, Faisalabad, Pakistan. He holds a Ph.D. in Urdu from Peshawar University, where he specialized in Poetry and Criticism. Dr. Mahmood has contributed extensively to the field, publishing 90 research articles and authoring 30 books. His scholarly interests include modern literary criticism and the poetic traditions of Urdu literature. In addition to his academic role, he is currently serving as the Principal of the College of Oriental Languages at GC University, Faisalabad.

Dr. Ali Bayat is a distinguished Faulty Member in the Department of Urdu at the University of Tehran, Iran. Holding a Ph.D. in Urdu from Punjab University, Pakistan, focusing on Poetry and Linguistics. Dr. Bayat has made substantial contributions to Urdu literature, with 35 articles published in renowned Journals and 05 books, highlighting his expertise and dedication to advancing the study and appreciation of Classical Urdu poetry and contemporary linguistic analysis.